اسلام میں وقف کی اہمیت اور فضیلت

سید رمیز الحسن موسوی*
srhm2000@yahoo.com

کلیدی کلمات: وقف، احسان، صدقہ، نیکی، حوائط سبعہ، عمل صالح، موقوفات

خلاصہ:

دین اسلام میں وقف امضائی احکام میں سے ہے کیونکہ وقف کی رسم اسلام سے پہلے بھی مختلف اقوام میں مختلف شکلوں میں جاری تھی۔ قرآن میں کلمہ وقف موجود نہیں، لیکن عمل صالح، تالیف قلوب، تعاون، نیکی واحسان سے متعلق بعض آیات، وقف کا مصداق بن سکتی ہیں۔ اسی طرح رسول اللہؐ اور ائمہ معصومینؑ کی سیرت اور قول و فعل سے بھی وقف کی اہمیت اُجاگر ہوتی ہے جس کو سامنے رکھتے ہوئے فقہانے وقف سے متعلق بہت سے احکام ذکر کئے ہیں۔ اسلام میں سب سے پہلا وقف خود پیغمبر اکرمؐ نے مخریق نامی نو مسلم شخص کے باغات کی صورت میں کیا تھا۔ اس کے بعد اہل بیت اطہارؑ میں سے امام علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور دوسرے ائمہ اہل بیتؑ کے بہت سے موقوفات کا تذکرہ تاریخ میں ملتا ہے۔ اسی طرح کتب حدیث میں بھی وقف سے متعلق احادیث اور احکام نقل ہوئے ہیں جو فقہ اسلامی میں وقف کے مقام کو واضح کرتے ہیں۔ اس مقالہ میں وقف کی اہمیت اور فضیلت کو رسول اللہؐ اور ائمہ اہل بیتؑ کی سیرت اور اقوال کی روشنی میں اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

---

*۔ ڈائریکٹر نمت، نور الہدیٰ ٹرسٹ، بارہ کہو، اسلام آباد۔

تمہید

وقف کی رسم اسلام سے پہلے بھی موجود تھی اور دوسرے ادیان میں بھی اس پر عمل ہوتا تھا۔ درحقیقت آسمانی کتب میں ہی وقف کی اصطلاح استعمال نہیں ہوئی، بلکہ اس نیک کام کا جذبہ انسان کی خداپسندانہ فطرت میں پایا جاتا ہے۔ لہٰذا تاریخ کے ہر دور میں انسان یہ نیکی انجام دیتے رہے ہیں۔ دین اسلام نے وقف کی رسم کو قبول کیا ہے، اسی لئے لوگوں کو اس کی طرف راغب کرنے کے لئے بہت سی احادیث اور روایات ذکر ہوئی ہیں۔ جن میں وقف کرنے والوں کے لئے بہت زیادہ اجر وثواب بیان ہوا ہے۔ لیکن وقف سے متعلق سب احادیث میں کلمہ وقف استعمال نہیں ہوا۔ اسی طرح قرآن مجید میں بھی براہ راست وقف کے بارے میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ لہٰذا وقف کو دین اسلام کے امضائی احکام میں سے قرار دیا جاتا ہے یعنی جو احکام پہلے سے موجود تھے اور اسلام نے بھی اُن کو مختصر سی تبدیلی کے ساتھ جاری رکھا ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اطہار علیہم السلام نے وقف کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے، جس کی وجہ سے فقہ میں بھی وقف کو مختلف شکلوں میں پیش کیا گیا ہے اور اس کے احکام ذکر ہوئے ہیں۔

وقف کی اہمیت کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں آیت اللہ مکارم شیرازی لکھتے ہیں: ”وقف ایک اہم اسلامی سنّت ہے، جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے جاری رہی ہے، اور پھر یہ سنت اور روش ائمہ معصومین علیہم السلام کے دور میں بھی خصوصی توجہات کا مرکز رہی ہے۔ اسلامی روایات میں اس کے متعلق بہت زیادہ تاکید ملتی ہے، تاریخ اسلام کے مطابق، وقف کے ذریعہ بڑے اہم کام انجام دیئے گئے ہیں اور بہت سے تعلیمی ادارے، اسپتال، دینی مدارس اور رفاہ عامہ کے لئے بہت سے اچھے کام اس کے ذریعہ انجام پائے ہیں، پوری دنیا کے مسلمانوں نے وقف کی برکتوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور ابھی بھی فائدہ حاصل کررہے ہیں، امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث ہے: کسی نے امام (علیہ السلام) سے دریافت کیا کہ مرنے کے بعد انسان تک کیا چیز پہنچ سکتی ہے؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر انسان لوگوں کے درمیان نیک

سنّت چھوڑ جائے، جو شخص بھی اس سنت پر عمل کرے گا اس کا اجر وثواب اس کو بھی حاصل ہوگا، بغیر اس کے کہ اس سنت پر عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کمی واقع ہو، دوسرے یہ کہ اپنی یادگار کے لئے، صدقہ (وقف) جاریہ، چھوڑ جائے کہ جس کی برکتیں اور اثرات باقی رہیں اور یہ صدقہ جاریہ، دوسرے عالم یعنی آخرت میں، اس کے لئے باعث نجات ہوگا، ٹھیک ہے کہ بعض ناآگاہ اور بےایمان لوگوں کے وقف سے غلط استفادہ کرنے کی وجہ سے، وہ دوسرے لوگوں کی نظر میں موقوفات کا چہرہ خراب کررہے ہیں، لیکن ہمیں اجازت نہیں دیناچاہیے کہ اس اسلامی، عظیم اور بابرکت سنت کو، جس کے ہزاروں فائدے اور ثمرات، تاریخ میں ظاہر ہوئے ہیں، نااہلوں کے غلط استفادہ کی وجہ سے بھُلادیا جائے بلکہ غلط استفادہ کرنے سے روک تھام کرنا چاہیے اور یہ کام بالکل ممکن ہے، بہت سی مسجدیں، درسگاہیں، تعلیمی ادارے اور خصوصاً ائمہ اطہار علیہم السلام کے مقدس روضوں کی تعمیر اور ان کا آباد رہنا، اسی وقف اور موقوفہ چیزوں کی برکت سے ہے، آج کے دور میں اس اسلامی سنت حسنہ کو اور زیادہ اہمیت دی جائے، خصوصاً تعلیمی اور ثقافتی اداروں کے لئے اس سے استفادہ کیا جائے، یقینا جو بھی عالم اور دانشمند اس طرح کے اداروں سے تعلیم حاصل کرکے نکلے گا اور وہ جو بھی خدمات انجام دے گا، اس کا فائدہ دنیا وآخرت میں وقف کرنے والوں کو پہنچے گا۔(1)

وقف کی تعریف

امامیہ فقہا نے وقف کی جو تعریف کی ہے اس کا سرچشمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے جس میں آپؐ نے فرمایاہے: ”حبس الاصل و سبل الثمرۃ “(2) یعنی اصل کو باقی اور اس کا ثمرہ و نتیجہ جاری رکھو۔ کتاب درر اللئالی میں اس مضمون کی حدیث نقل ہوئی ہے: ”انشئت حبست اصلہ و سبلت ثمرتھا“ یعنی اصل کو باقی رکھو اس کے نتیجے اور پھل کو جاری کردو۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں اس طرح آیا ہے: ”تحبیس الاصل و اطلاق المنفعہ“ (3) یعنی: وقف اصل کو باقی رکھنا اور اس کے ثمرہ اور پھل کو آزاد کرنا ہے۔

امام خمینیؒ تحریر الوسیلہ میں لکھتے ہیں: ”و هو تحبيس العين و تسبيل المنفعة. و فيه فضل كثير و ثواب جزيل، ففي الصحيح عن أبي عبد الله عليه السلام قال: «ليس يتبع الرجلَ بعد موته من الأجر إلّا ثلاث خصال: صدقة أجراها في حياته فهي تجري بعد موته، و سُنّة هدىً سَنّها فهي يعمل بها بعد موته، و ولد صالح يدعو له“ یعنی؛ اصل شئ کو محبوس و محدود کرکے اس کا نفع عام کرنے کو وقف کہتے ہیں۔ وقف کی بڑی فضیلت اور ثواب ہے، صحیح سند کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مرنے کے بعد انسان کے لئے تین چیزیں بہت مفید ہیں: ایک وہ صدقہ جسے اپنی زندگی میں جاری کیا ہو اور اس کا سلسلہ اس کی موت کے بعد بھی جاری رہے، دوسرا ہدایت کی ایسی راہ دکھائی ہو جس پر اس کی موت کے بعد بھی عمل ہوتا ہو، تیسرا ایسا نیک فرزند جو اس کے لئے دعا کرے۔(4)

اہل سنت فقہا نے اسی سے ملتا جلتا وقف کا شرعی مفہوم ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ مولانا شیخ نعمان ماہنامہ شریعہ میں لکھتے ہیں: ”وقف کا مطلب ہے: اپنی ملکیت کسی نیک مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں دینا تاکہ وہ ہمیشہ اسی مقصد میں استعمال ہوتی رہے۔“

مفتی جنید عالم ندوی قاسمی صاحب وقف کی لغوی اور شرعی تعریف ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وقف لغت میں روکنے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں وقف کہتے ہیں: کسی شئی کو اپنی ملکیت سے نکال کر اس طرح محبوس کرنا کہ اصل شئی باقی رکھتے ہوئے اس سے انتفاع کیا جاسکے یعنی اصل شئی محفوظ رہے اور اس کے منافع کو واقف کی صراحت کے مطابق صرف کیا جائے۔

امام ابو حنیفہ کے دونوں شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد نے وقف کی شرعی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ”(وعندهما هو حبسها على) حكم (ملك الله تعالى وصرف منفعتها على من احب) ولو غنيا“۔(5)

یعنی: ” وقف شی کو اللہ کی ملکیت میں محبوس کرنا اور اس کی منفعت واقف کی مرضی کے مطابق خرچ کرنا ہے اگرچہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔“

امام ابو حنیفہ چونکہ عام حالات میں وقف کے لزوم کے قائل نہیں ہیں جیسا کہ آئندہ اس کی تفصیل آرہی ہے اس لئے وہ وقف کی شرعی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

(هو)لغة الحبس وشرعا(حبس العين على)حكم(ملك الواقف والتصدق بالمنفعة)و لو فی الجملة"۔یعنی "اصل شی کو واقف کی ملکیت میں باقی رکھتے ہوئے اس کے منافع کا صدقہ کرنا ہے یہ صدقہ کسی بھی درجہ میں ہو مثلًا اپنے اہل وعیال پر وقف ہو، اس کے بعد فقرا ومساکین پر یا مالداروں پر۔"(6)

اسلام میں پہلا وقف

ابن ہشام لکھتے ہیں: "اسلام میں سب سے پہلا موقوفہ "مخیّریق" کی زمینیں تھیں کہ جن کو اس نے وصیت کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں دے دیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں وقف کر دیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مخیّریق نامی شخص مدینہ میں اہل کتاب کے علماء میں سے تھا۔ وہ ایک مالدار انسان تھا اور رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت کرتا تھا۔ لہٰذا جب ہفتے کے دن جنگ اُحد شروع ہوئی تو اس نے یہودیوں سے کہا: آپ لوگ جانتے ہیں حضرت محمد ﷺ کی مدد کرنا آپ لوگوں پر لازم ہے لہٰذا اُٹھو اور ان کی مدد کرو۔ اُنھوں نے جواب میں کہا: آج ہفتے کا دن ہے اور ہمارے عقیدے کے مطابق آج ہمیں کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔ مخیّریق نے کہا: تمہارا کوئی ہفتہ نہیں ہے، اس نے خود اسلحہ اُٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کی مدد کے لئے اُحد کی جانب چل پڑا۔ اس نے چلنے سے پہلے اپنے رشتہ داروں کو وصیت کی: اگر آج میں قتل ہو گیا تو میرا تمام ترکہ محمد ﷺ کے اختیار میں دے دیا جائے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور ہدایت کے مطابق جس راستے میں بھی صلاح ہو گی صرف کریں گے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کے خلاف لڑنا شروع کر دیا اور اسی جنگ میں وہ قتل ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے ترکے کو قبول کر کے وقف کر دیا۔ اس کا چھوڑا ہوا ترکہ اور جائیداد سات نخلستان تھے جو "حوائط سبعہ" کے نام سے مشہور تھے۔(7)

اس لئے اسلام میں پہلا وقف پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف سے تھا کہ جس میں آپؐ نے مخیّریق کی جائیداد کو وقف کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے بھی بہت سے نخلستان آباد کرنے کے بعد وقف کئے تھے۔ اسی طرح بہت سے کنویں اور نہریں بھی کھود کر مسلمانوں کے مختلف مصارف کے

لئے وقف کی تھیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انفال کی زمین سے ایک زمین حضرت علی علیہ السلام کو عطا کی تھی جس میں امام علیہ السلام نے ایک نہر کھودی جس سے پانی اونٹ کی گردن کی مانند فوارے کی صورت میں نکلتا تھا۔ امام علیہ السلام نے اس جگہ کا نام "ینبع" رکھا اور نہر کو خانہ خدا کے زائرین کے لئے وقف کر دیا۔(8)

قرآن میں وقف

جیسا کہ پہلے عرض کیا ہے کہ قرآن میں کلمہ وقف استعمال نہیں ہوا۔ لیکن صدقہ، خیر، بر، انفاق، احسان جیسے کلمات قرآن میں ذکر ہوئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک عنوان وقف کا بھی مصداق بن سکتا ہے۔ کیونکہ وقف صدقہ بھی ہے اور بر و نیکی بھی۔ ان سب عناوین اور وقف کے درمیان عام وخاص مطلق کی نسبت ہے اور وقف ایک خاص عنوان کہلاتا ہے۔ لہٰذا علمائے اسلام نے قرآن مجید میں ذکر ہونے والے بعض اخلاقی مفاہیم کی کلیت سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ وقف بھی قرآن کے تائید شدہ مفاہیم میں سے ہے۔ چونکہ قرآن مجید میں ہمیشہ نیک اور صالح اعمال کی مدح کی گئ ہے لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وقف کی روح قرآن مجید میں موجود ہے۔ یہاں چند ایسی آیات ذکر کی جاتی ہیں جن میں مفہوم وقف کی تائید ملتی ہے۔

۱۔ وقف؛ سب سے بڑی نیکی

وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلاً۔(9) یعنی: "اور (حقیقت میں) باقی رہنے والی (تو) نیکیاں (ہیں جو) آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے (بھی) بہتر ہیں اور آرزو کے لحاظ سے (بھی) خوب تر ہیں۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ عام لوگوں کے لئے کوئی چیز وقف کرنا سب سے بڑی نیکی کا مصداق ہے جو سب سے بڑا ثواب ہے۔

۲۔ وقف کے ذریعے محبوب ترین چیزوں کا راہ خدا میں دینا

لَن تَنَالُواْ الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَ۔(10) یعنی: "تم ہر گز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔"

یہ آیت بھی وقف کے مصادیق میں سے شمار ہو سکتی ہے چونکہ انسان جب وقف کرتا ہے تو اس میں اپنی پسندیدہ چیز اور مال ہی راہ خدا میں خرچ کرتا ہے اور اس کا سود اور منافع لوگوں کے لئے مختص کر دیتا ہے۔

۳۔ وقف کے ذریعے بھلائی اور نیکی کا اجر پانا

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا (11) یعنی: "اور جو بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اُسے اللہ کے حضور بہتر اور اَجر میں بزرگ تر پا لوگے۔"

۴۔ اصلی نیکی

لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّآئِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ۔ (12) یعنی: "نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے۔"

حدیث میں وقف

اسلامی معارف اور احکام کا دوسرا بڑا سرچشمہ سنت ہے، جس کی حکایت قول، فعل اور تقریر پیغمبرﷺ سے ہوتی ہے۔ جس کی شیعہ فقہا کے نزدیک اس طرح تعریف کی جاتی ہے: قول، فعل اور تقریر معصوم کا نام سنت ہے اور معصوم سے پیغمبر اسلامﷺ اور اُن کے برحق ۱۲ جانشین مراد ہیں۔ سنت کی یہ تعریف اپنے مقام پر ثابت ہے۔ (13) سنت رسول اور ائمہ اطہار علیہم السلام میں قولاً و عملاً وقف کی بہت زیادہ اہمیت نظر آتی ہے جس کو واضح کرنے کے لئے شیعہ کتب حدیث سے چند عناوین کے تحت کچھ احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

ا۔ موت کے بعد انسان کے لئے وقف کی اہمیت

رسول اللہ ﷺ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ "اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلاث؛ ولد صالح يدعوله بالخير و علم ينتفع به و صدقة جارية" (14) یعنی: "انسان کے مرنے کے ساتھ اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن تین کام باقی رہتے ہیں: ایک نیک اولاد کہ جو نیکی کی طرف دعوت دے۔ دوم: ایسا علم کہ جس سے دوسرے بہرہ مند ہوں اور سوم: صدقہ جاریہ"۔

لہٰذا علماء کے نزدیک وقف صدقہ جاریہ کا بہترین مصداق سمجھا جاتا ہے۔ یہ حدیث اہل سنت کے منابع میں بھی نقل ہوئی ہے۔ اسی مضمون کی ایک اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

ان مما يلحق المؤمن من عمله و حسناته بعد موته علما نشره و ولدا صالحا تركه، و مصحفا ورثه او مسجدا بناه. او بيتا لابن السبيل بناه او نهرا اجراه، او صدقة اخرجها من ماله فى صحته و حياته و تلحقه من بعد موته۔ (15)

یعنی: "مؤمن کے علم اور نیکیوں میں سے چند چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا اجر مؤمن کی موت کے بعد اُسے ملتا ہے۔ ایسا علم جو اپنے بعد چھوڑا ہے، نیک فرزند، وہ قرآن جو اس نے بطور ارث چھوڑا ہو، اسی طرح وہ مسجد جو اس نے اپنی زندگی میں بنائی ہو اور پھر مسافروں کے لئے وہ گھر جو اس نے کسی راستے میں تعمیر کیا ہو اور وہ نہر جو اس نے جاری کی ہو اور اپنی زندگی اور صحت کے زمانے میں اپنے مال سے جو صدقہ نکالا ہو۔ یہ سب چیزیں اس کی موت کے بعد اس سے ملحق ہو جاتی ہیں۔"

۳۔ وقف کرنے والوں کے لئے رحمت

پیامبر اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا: ''الجنّہ لکلّ تائب و الرّحمہ لکلّ واقف؛ ''۔ یعنی: ''جنت توبہ کرنے والوں کے لئے ہے اور وقف کرنے والوں کے لئے رحمت ہے۔'' (16)

۴۔ وقف؛ ذخیرہ آخرت

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: ''اَلصَّدَقَةُ وَالْحَبسُ ذَخیرَتانِ فَدَعُوهُما لِیَومِهِما'' یعنی: ''صدقہ اور وقف دو ایسے ذخیرے ہیں کہ جنہیں روز قیامت کے لئے جمع رکھو۔'' (17)

۵۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے وقف

ایک وقف نامے میں امام علی علیہ السلام نے وقف کرنے کی وجہ یوں بیان کی ہے: قال الامام علی: ابتغاء وجه الله لیولجنی الله به الجنة و یصرفنی عن النار و یصرف النار عن وجهی یوم تبیض وجوه و تسود وجوه۔ یعنی: ''میں نے صرف اللہ کی خوشنودی کی خاطر وقف کیا ہے تاکہ اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ مجھے بہشت نصیب کرے اور آتشِ جہنم سے مجھے دور رکھے، اور آتش کو بھی مجھ سے دور رکھے، جس دن بعض لوگوں کے چہرے تابناک ہوں گے اس کے برعکس بعض کے چہرے سیاہ ہوں گے۔'' (18)

۶۔ عزاداری معصومینؑ کے لئے وقف

مہران ابن محمد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: امام صادقؑ نے اپنے آخری ایام میں اپنی وصیّت میں فرمایا: عن محمد بن مهران قال سمعت اباعبدالله (ع): اوصی ان یناح علیه سبعة مواسم فاوقف لکل موسم مالا ینفق۔ یعنی: ''میری رحلت کے بعد ایامِ حج میں سات سال تک میرے لئے عزاداری کا اہتمام کیا جائے اور امامؑ نے ہر سال کے لئے کچھ مال وقف کیا تاکہ اس سے خرچ کیا جاسکے۔'' (19)

اسی طرح ایک اور روایت کے مطابق امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''قالَ لی اَبی: یا جَعْفَرُ! اَوْقِفْ لی مِنْ مالی کَذا و کذا النّوادِبَ تَنْدُبُنی عَشْرَ سِنینَ بِمِنی اَیّامَ مِنی؛ ''۔ یعنی: ''میرے

والد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے جعفر! میرے مال میں سے اتنا مال نوحہ خوانی کے لئے وقف کرو کہ جس سے دس سال تک میرے اوپر نوحہ خوانی اور عزاداری کی جاسکے۔" (20)

۷۔زمین کا اللہ کے بندوں کے لئے وقف ہونا

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: ان الأرض لله تعالی جعلها وقفا علی عبادہ۔ یعنی: "بے شک تمام زمین اللہ کی ملکیت میں ہے اور اللہ نے اسے اپنے بندوں پر وقف کر چکا ہے"۔ (21)

۸۔مال کا نفع وقف کرنے کا حکم

سنن نسائی کی ایک حدیث میں ہے:

خَبرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللہِ الْخَلَنْجِيُّ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ عُمَرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَبْتُ مَالًا لَمْ أُصِبْ مِثْلَهُ قَطُّ كَانَ لِي مِائَةُ رَأْسٍ فَاشْتَرَيْتُ بِهَا مِائَةَ سَهْمٍ مِنْ خَيْبَرَ مِنْ أَهْلِهَا وَإِنِّي قَدْ أَرَدْتُ أَنْ أَتَقَرَّبَ بِهَا إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ قَالَ فَاحْبِسْ أَصْلَهَا وَسَبِّلْ الثَّمَرَةَ۔ (22)

یعنی: "محمد بن عبد اللہ، سفیان، عبیداللہ بن عمر، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس قسم کی دولت مل گئی ہے کہ آج تک اس قسم کا مال و دولت کبھی حاصل نہیں ہوا۔ میرے پاس سو اونٹ وغیرہ تھے جن کو دے کر میں نے اہل عرب سے کچھ زمین خریدی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس سے اللہ کا تقرب حاصل کروں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زمین کو اپنے پاس رکھو اور اس کے منافع کو اللہ کے راستہ میں وقف کر دو۔"

اہل بیت اطہارؑ کی عملی سیرت میں وقف کا مقام

پیغمبر اکرم ﷺ کی عملی سیرت کو دیکھا جائے تو آپؐ دوسرے نیک کاموں کی طرح اس نیک عمل میں بھی سب پر مقدم نظر آتے ہیں۔ چونکہ آپؐ معلم بشریت تھے جیسا کہ تاریخ میں آیا ہے کہ آپؐ نے ایک زمین وقف کی اور اس کا منافع ابن السبیل کے لئے خاص کر دیا تھا۔ اسی طرح پہلے نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے ''مخیرّیق'' نامی یہودی کی زمین اور باغوں کو وقف عام کر دیا تھا۔

پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد آپؐ کے برحق جانشینوں نے بھی اپنے اپنے طور پر اس سنت حسنہ پر عمل کیا ہے اور بہت سے وقف کئے ہیں جو کتب سیرت میں مذکور ہیں۔ یہاں سیرت معصومین علیہم السلام سے چند روایات نقل کی جاتی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ ان ذوات مقدسہ کی حیات طیبہ میں وقف کا کیا مقام ہے اور ان ذوات مقدسہ نے اللہ کی راہ میں وقف جیسے معاشی وسیلے کے ذریعے کس طرح انسانیت کی خدمت کی ہے اور اپنے پیروکاروں کو اپنے قول و عمل کے ذریعے اس سنت حسنہ کی طرف راغب کیا ہے۔

ا۔امام علی علیہ السلام کے موقوفات

نہج البلاغہ کے مکتوب نمبر ۲۴ میں ہے کہ صفین سے واپسی پر اپنے اوقاف کے بارے میں حضرت امام علی علیہ السلام ایک وصیت میں لکھتے ہیں:

'' هَذَا مَا أَمَرَ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي مَالِهِ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ لِيُولِجَهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَ يُعْطِيَهُ بِهِ الْأَمَنَةَ: مِنْهَا فَإِنَّهُ يَقُومُ بِذَلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يَأْكُلُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ وَ يُنْفِقُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ حَدَثَ بِحَسَنٍ حَدَثٌ وَ حُسَيْنٌ حَيٌّ قَامَ بِالْأَمْرِ بَعْدَهُ وَ أَصْدَرَهُ مَصْدَرَهُ وَ إِنَّ لِابْنَيْ فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةِ عَلِيٍّ مِثْلَ الَّذِي لِبَنِي عَلِيٍّ وَ إِنِّي إِنَّمَا جَعَلْتُ الْقِيَامَ بِذَلِكَ إِلَى ابْنَيْ فَاطِمَةَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَ قُرْبَةً إِلَى رَسُولِ اللَّهِ (ص) وَ تَكْرِيماً لِحُرْمَتِهِ وَ تَشْرِيفاً لِوُصْلَتِهِ وَ يَشْتَرِطُ عَلَى الَّذِي يَجْعَلُهُ إِلَيْهِ أَنْ يَتْرُكَ الْمَالَ عَلَى أُصُولِهِ وَ يُنْفِقَ مِنْ ثَمَرِهِ حَيْثُ أُمِرَ بِهِ وَ هُدِيَ لَهُ وَ أَلَّا يَبِيعَ مِنْ أَوْلَادِ نَخِيلِ هَذِهِ الْقُرَى وَدِيَّةً حَتَّى تُشْكِلَ أَرْضُهَا غِرَاساً وَ مَنْ كَانَ مِنْ إِمَائِي

اللَّاتِي أَطُوفُ عَلَيْهِنَ لَهَا وَلَدٌ أَوْ هِيَ حَامِلٌ فَتُمْسَكُ عَلَى وَلَدِهَا وَ هِيَ مِنْ حَظِّهِ فَإِنْ مَاتَ وَلَدُهَا وَ هِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ عَتِيقَةٌ قَدْ أَفْرَجَ عَنْهَا الرِّقُّ وَ حَرَّرَهَا الْعِتْقُ۔ ''

یعنی: ''یہ وہ حکم ہے جو خدا کے بندے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ نے اپنے اموال (اوقاف) کے بارے میں دیا ہے محض اللہ کی رضاجوئی کے لئے تاکہ وہ اس کی وجہ سے مجھے جنت میں داخل کرے اور امن و آشتی عطا فرمائے۔ اس وصیت کا ایک حصہ یہ ہے: حسن ابن علیؑ اس کے متولی ہوں گے جو اس مال سے مناسب طریقہ پر روزی لیں گے اور اُمور خیر میں صرف کریں گے۔ اگر حسنؑ کو کچھ ہو جائے اور حسینؑ زندہ ہوں، تو وہ اُن کے بعد اس کو سنبھالیں گے اور انہی کی راہ پر چلائیں گے۔ علیؑ کے اوقاف میں جتنا حصہ فرزندان علیؑ کا ہے، اُتنا ہی اولاد فاطمہؑ کا ہے۔ بیشک میں نے صرف اللہ کی رضامندی، رسول کے تقرب، اُن کی عزت و حرمت کے اعزاز اور ان کی قرابت کے احترام کے پیش نظر اس کی تولیت فاطمہؑ کے دونوں فرزندوں سے مخصوص کی ہے۔ اور جو اس جائیداد کا متولی ہو اُس پر پابندی عائد ہوگی کہ وہ مال کو اس کی اصلی حالت پر رہنے دے اور اس کے پھلوں کو ان مصارف میں جن کی ہدایت کی گئی ہے تصرف میں لائے اور یہ کہ وہ ان دیہاتوں کے نخلستانوں کی نئی پود کو فروخت نہ کرے۔ یہاں تک کہ ان دیہاتوں کی زمین کا ان نئے درختوں کے جم جانے سے عالم ہی دوسرا ہو جائے اور وہ کنیزیں جو میرے تصرف میں ہیں اُن میں سے جس کی گود میں بچہ ہے یا پیٹ میں ہے تو وہ بچے کے حق میں روک لی جائے گی اور اس کے حصے میں شمار ہوگی۔ پھر اگر بچہ مر بھی جائے اور وہ زندہ ہو تو بھی وہ آزاد ہوگی اس سے غلامی چھوٹ جائے گی اور آزادی اُسے حاصل ہو چکی ہے۔'' (23)

کتاب وسائل الشیعہ ج ۱۳ میں یہ روایت قدرے تفصیل کے ساتھ اس طرح نقل ہوئی ہے:

''عبدالرحمٰن بن الحجاج بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے حضرت امیر علیہ السلام کا یہ وصیت نامہ میرے پاس بھیجا جس کا مطلب خیز ترجمہ یہ ہے کہ یہ وہ وصیت نامہ جو خدا کے بندہ علی (علیہ السلام) نے اپنے اموال (اوقاف) کے بارے میں

خدا کی خوشنودی کی خاطر کیا ہے تاکہ وہ اس دن جس دن کچھ چہرے سفید اور کچھ سیاہ ہوں گے (قیامت کے دن) جنت میں داخل کرے اور جہنم سے بچائے میری جو جائیداد ''ینبع'' کے مقام پر ہے اور اس کے ارد گرد ہے وہ سب وقف (علیٰ الولاد) ہے اور و غلام وہاں ہیں وہ سب آزاد ہیں سوائے ابوریاح، ابونیزر اور جبیر کے البتہ یہ بدستور میرے غلام ہیں پانچ سال تک وہاں کام کریں گے اوران کا اور ان کے اہل وعیال کا خرچ خوراک اسی جائیداد کی آمدنی سے برداشت کیاجائے گا اور میری جو جائیداد مقام وادی القریٰ میں ہے وہ اولاد فاطمہ کا مال ہے اور وہاں کے غلام صدقہ (وقف) ہیں اور میری جو جائیداد بمقام ذعہ (ریمہ) میں ہے وہ بھی وقف ہے اور وہاں والے غلام بھی وقف ہیں سوائے زریق کے اس کے لئے وہی حکم ہے جواس کے دوسرے اصحاب (ینبع والوں) کے لئے تھا اور میری جو جائیداد مقام اذینہ میں ہے وہ اور وہاں والے غلام سب وقف ہیں اور یہی حکم مقام قصیرہ کا ہے کہ وہ بھی فی سبیل اللہ صدقہ ہے۔

یہ جو کچھ میں نے اپنے اموال کے بارے میں لکھا ہے یہ میری زندگی میں اور میری وفات کے بعد سب خدا کی خوشنودی کی خاطر فی سبیل اللہ (ہر کار خیر میں صرف کرنے کے لئے) بنی ہاشم اور بنی المطلب میں سے قرابت داروں کی صلہ رحمی کے لئے بالکل واجبی صدقہ (وقف) ہے اوراس کے قیم ونگران (میرے بڑے بیٹے) حسن بن علی ہوں گے جو اپنی معروف طریقہ پر خود بھی اس سے کھائیں گے اور جس جس جائز کام پر چاہیں گے خرچ کریں گے ان پر کوئی گرفت نہیں ہے اور اگر اپنے قرضہ کی ادائیگی کے لئے کچھ حصہ فروخت کرنا چاہیں تو کر سکیں گے اور اگر چاہیں تو وہ اسے اپنی ملکیت کی مانند سمجھیں گے اولاد علی اور ان کے مال وزر کا معاملہ (حضرت) حسنؑ کے سپرد ہوگا اور اگر (حضرت) حسنؑ کا رہائشی مکان، اس وقف والے مکان سے علیحدہ ہو اور وہ اس مکان کو فروخت کرنا چاہیں تو ایسا کر سکیں گے اور اگر فروخت کریں تو اس کی قیمت کو تین حصوں پر تقسیم کریں گے (۱) ایک ثلث سہم فی سبیل اللہ کے لئے، (۲) ایک ثلث بنی ہاشم وبنی المطلب کے لئے، (۳) ایک ثلث آل ابوطالب کے لئے اور وہ وہاں صرف کریں جہاں خدا کا ارادہ

ہو اور اگر حسن کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے (وفات پاجائیں) اور (حضرت) حسین زندہ ہوں تو پھر متولی (حضرت) حسین بن علی ہوں گے اور حسین اس (وقف جائیداد) میں تصرف کریں گے جس کو میں نے (حضرت) حسن کو وصیت کی ہے ان کافریضہ اور ذمہ داری بالکل وہی ہے جو حسن کی تھی میرے صدقہ (وقف) میں جو حقوق فاطمہ کے دو بیٹوں کی اولاد کے ہیں وہی حقوق (اس) اولاد علی کے ہیں (جو دوسرے بطنوں سے ہیں)

اور میں نے اولاد فاطمہ کو جو متولی بنایا ہے تو یہ خدا کی خوشنودی اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم و تعظیم کی خاطر ہے اور اگر حسن و حسین دونوں کو کچھ ہوجائے (وفات پاجائیں) وان میں سے کوآخیر ہو وہ اولاد علی پر نگاہ ڈالیں پس اگران کو ان میں کوئی شخص نظرآئے جس کے دین و دیانت اور امانت پر وہ مطمئن ہوں تو اسے متولی بنائیں اور اگر ان میں ایسا کوئی شخص نہ مل سکے تو پھر فاطمہ کے دو بیٹوں کی اولاد پر نظر کریں اگر ان میں کوئی اس قابلیت و اہلیت کا آدمی مل جائے تو اسے بنائیں اور اگر ان میں بھی ایسا کوئی شخص نہ مل سکے تو پھر آل ابوطالب میں سے کسی اہل کو بنائیں اور اگر دیکھیں کہ آل ابوطالب کے بزرگ اور ارباب رائے کوچ کرگئے ہوں تو پھر بنی ہاشم میں سے کسی اہل شخص کو بنائیں اور اس سے یہ معاہدہ کریں کہ اصل مال کو اس کے تنوں پر باقی رہنے دیں اور اس کے حاصل (پھل وغیرہ) کو کارہائے خیر اور بنی ہاشم و بنی المطلب کے دور و نزدیک کے قرابت داروں پر صرف کریں اس جائیداد میں سے نہ تو فروخت کی جائے، نہ ھبہ کی جائے اور نہ وراثت کے طور پر تقسیم کی جائے اور محمد بن علی کا جو مال ہے وہ میں نے الگ کردیا ہے اور فرزندان فاطمہ کی مرضی پر ہے۔

اور میرے وہ غلام جن کے نام میرے چھوٹے خط میں لکھے ہوئے ہیں وہ سب راہ خدا میں آزاد ہیں یہ ہے وہ فیصلہ جو علی ابن ابی طالب نے خدا کی خوشنودی کی اور آخرت کی طلب کی خاطر اپنے مال وجائیداد کے بارے میں آنے والے دن کی صبح بمقام مسکن (کوفہ) میں

کیا ہے (واللہ المستعان علی کل حال) (خدا ہی سے جس سے ہر حالت میں مدد طلب کی جاتی ہے) کوئی مسلمان مرد جو خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ میری اس وصیت میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل کرنے کا اور اس کی خلاف ورزی کرنے کا روادار نہیں ہے خواہ نزدیک والا ہو یا دور والا بعد ازاں (یہ بھی واضح ہو) کہ میری وہ سترہ (۱۷) عدد کنیزیں جو میرے زیر تصرف ہیں (۱) ان میں سے کچھ تو صاحب اولاد ہیں جن کی زندہ اولاد ان کے ہمراہ ہے، (۲) کچھ حاملہ ہیں، (۳) اور کچھ نہ صاحب اولاد ہیں اور نہ ہی حاملہ ان کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ اگر مجھے کچھ ہو جائے تو جو نہ صاحب اولاد ہیں اور نہ ہی حاملہ وہ بوجہ اللہ آزاد ہیں ان پر کسی کو کوئی تسلط نہیں ہے اور جو صاحب اولاد ہیں یا حاملہ ہیں وہ اپنی اولاد کی خاطر رکی رہیں اور وہ اپنی اولاد کا حصہ لیں ہاں اگر ان میں سے کسی کی اولاد مر جائے اور وہ زندہ ہو تو وہ بھی آزاد ہے۔

یہ ہے علی کا فیصلہ اپنے (مملوکہ (مال کے بارے میں آنے والے دن کی صبح بمقام مسکن (کوفہ میں ایک جگہ کا نام ہے) اور اس وصیت پر گواہی دی ہے ابو شمر بن ابرھہ اور صعصعہ بن صوحان اور سعید بن قیس اور ھیاج بن ابی ھیاج نے اور لکھی ہے علی بن ابیطالب نے بتاریخ ۱۰ جمادی الاولیٰ سنہ ۳۹ ہجری (یعنی شہادت سے ایک سال پہلے)۔ (24)

مفتی جعفر حسینؒ امیر المؤمنین علیہ السلام کی اس وصیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

”امیر المؤمنین علیہ السلام کی زندگی ایک مزدور اور کاشتکار کی زندگی تھی۔ چنانچہ آپؑ دوسروں کے کھیتوں میں کام کرتے، بنجر اور افتادہ زمینوں میں آب رسانی کے وسائل مہیا کرکے اُنھیں آباد کرتے اور کاشت کے قابل بنا کر ان میں باغات لگاتے اور چونکہ یہ زمینیں آپ کی آباد کردہ ہوتی تھیں اس لئے آپ کی ملکیت میں داخل تھیں۔ مگر آپؑ نے کبھی مال پر نظر نہ کی اور ان زمینوں کو وقف قرار دے کر اپنے حقوق ملکیت کو اُٹھا لیا۔ البتہ قرابت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ کرتے ہوئے ان اوقاف کی تولیت یکے بعد دیگرے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے سپرد کی۔ لیکن ان کے حقوق میں کوئی امتیاز گوارا نہیں کیا، بلکہ دوسری اولاد کی طرح اُنھیں بھی صرف اتنا حق دیا کہ وہ گزارے بھر کا لے سکتے ہیں اور بقیہ عامۂ مسلمین کے مفاد اور اُمور خیر میں صرف کرنے کا حکم دیا چنانچہ ابن

ابی الحدید تحریر کرتے ہیں: قدعلم کل احد ان علیا علیہ السلام استخرج عیونا بکدّیدہ بالمدینة وینبع وسویعة، واحیابھا مواتاً کثیرة ثم اخراجھا عن ملکه، وتصدق بھا علی المسلمین، ولم یمت وشئیٌ لامنھا فی ملکه۔ یعنی "سب کو معلوم ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے مدینہ اور ینبع اور سویعہ میں بہت سے چشمے کھود کر نکالے اور بہت سی افتادہ زمینوں کو آباد کیا اور پھر اُن سے اپنا قبضہ اُٹھالیا اور مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا اور وہ اس حالت میں دنیا سے اُٹھے کہ کوئی چیز آپ کی ملکیت میں نہ تھی۔" (25)

کتاب دعائم الاسلام میں ہے کہ "وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ(ع) أَنَّهُ قَالَ تَصَدَّقَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيٌّ(ص) بِدَارٍ لَهُ فِي الْمَدِينَةِ فِي بَنِي زُرَيْقٍ وَ كَتَبَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا تَصَدَّقَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَ هُوَ حَيٌّ سَوِيٌّ تَصَدَّقَ بِدَارِهِ الَّتِي فِي بَنِي زُرَيْقٍ صَدَقَةً لَا تُبَاعُ وَ لَا تُوهَبُ وَ لَا تُورَثُ حَتَّى يَرِثَهَا اللَّهُ الَّذِي يَرِثُ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ وَ أَسْكَنَ هَذِهِ الدَّارَ الصَّدَقَةَ خَالَاتِهِ مَا عِشْنَ وَ أَعْقَابَهُنَّ مَا عَاشَ أَعْقَابُهُنَّ فَإِذَا انْقَرَضُوا فَهِيَ لِذَوِي الْحَاجَةِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ شَهِدَ اللَّهُ" (26)

یعنی؛ "حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا ایک گھر بنی زریق میں تھا جسے امام علیہ السلام نے اس طرح وقف کیا ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ علی ابن ابی طالبؑ نے جب کہ وہ زندہ اور سلامت ہیں اپنا وہ مکان جو بنی زریق میں ہے، اس طرح وقف کیا کہ جو نہ فروخت کیا جاسکتا ہے اور ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے۔ یہاں تک کہ آسمانوں اور زمینوں کا وارث اس کا وراث بنے۔ اور آپؑ نے اس میں خالاؤں کو جب تک وہ زندہ رہیں اور ان کی اولاد کو جب تک وہ زندہ رہیں، کو ٹھہرایا اور جب وہ سب ختم ہو جائیں تو پھر یہ ضرورت مند مسلمانوں کے لئے وقف ہے۔"

۲۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے وقف

عن اَبِی بَصِیرٍ قَالَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ ع أَ لَا أُحَدِّثُكَ بِوَصِيَّةِ فَاطِمَةَ ع قُلْتُ بَلَى فَأَخْرَجَ حُقّاً أَوْ سَفَطاً فَأَخْرَجَ مِنْهُ كِتَاباً فَقَرَأَهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ هَذَا مَا أَوْصَتْ بِهِ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ ص أَوْصَتْ بِحَوَائِطِهَا السَّبْعَةِ۔ الْعَوَافِ وَ الدَّلَالِ وَ الْبُرْقَةِ وَ الْمِيثَبِ وَ الْحُسْنَى وَ الصَّافِيَةِ وَ مَالِ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع فَإِنْ مَضَى عَلِيٌّ فَإِلَى الْحَسَنِ فَإِنْ مَضَى الْحَسَنُ فَإِلَى الْحُسَيْنِ فَإِنْ مَضَى الْحُسَيْنُ فَإِلَى الْأَكْبَرِ مِنْ وُلْدِي شَهِدَ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ وَ الْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْكِنْدِيُّ وَ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَ كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ع. وَ رُوِيَ أَنَّ هَذِهِ الْحَوَائِطَ كَانَتْ وَقْفاً وَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ص يَأْخُذُ مِنْهَا مَا يُنْفِقُ عَلَى أَضْيَافِهِ وَ مَنْ يَمُرُّ بِهِ فَلَمَّا قُبِضَ جَاءَ الْعَبَّاسُ يُخَاصِمُ فَاطِمَةَ ع فِيهَا فَشَهِدَ عَلِيٌّ ع وَ غَيْرُهُ أَنَّهَا وَقْفٌ عَلَيْهَا۔ (27)

یعنی: ”روای ابو بصیر مرادی کہتے ہیں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں تمہیں حضرت فاطمہ (زہراء) سلام اللہ علیہا کی وصیت نہ بتاؤں؟ میں نے عرض ہاں! چنانچہ امام علیہ السلام نے ایک ڈبیہ نکالی اور اس میں سے ایک تحریر نکالی جس میں لکھا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ وصیت ہے جو فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہے اپنے ساتوں باغات کے بارے میں، جن کے نام یہ ہیں (۱) عواف (۲) دلال (۳) برقہ (۴) مبیت (۵) حسنیٰ (۶) صافیہ (۷) اور مال اُم ابراہیم۔ اور یہ وصیت حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو کی ہے۔ (یعنی کو متولی بنایا ہے) جب حضرت علی علیہ السلام کا انتقال ہو جائے تو پھر حضرت حسنؑ کو اور جب ان کا بھی انتقال ہو جائے تو حضرت حسینؑ کو اور جب ان کا بھی انتقال ہو جائے تو میری اولاد میں سے جو بڑا ہے اس کو (وصیت) کی ہے۔ اور بی بیؑ اس بات پر خدا کو گواہ بناتی ہیں۔ اور مقداد بن اسود کو اور زبیر بن عوام کو اور یہ وصیت علی ابن ابی طالبؑ نے لکھی ہے۔“

حضرت صدوق علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں یہ باغات وقف تھے اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی آمدنی میں سے اپنے مہمانوں اور گذرنے والوں پر صرف فرماتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

انتقال ہو گیا تو عباس نے ان باغات کے بارے میں حضرت فاطمہؑ سے نزاع کیا تو حضرت علی علیہ السلام اور دوسرے لوگوں نے گواہی دی کہ یہ باغات بی بیؑ پر وقف تھے۔

۳۔امام حسین علیہ السلام کے وقف

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک گھر وقف کیا، امام حسن علیہ السلام نے اُن سے فرمایا: اس گھر کو خالی کر دو چونکہ (جس چیز کو انسان وقف کر دیتا ہے تو وہ اس میں تصرف نہیں کر سکتا (وقف شدہ) گھر بھی اسی طرح ہے۔ جب وقف ہو جائے تو پھر واقف اسے استعمال میں نہیں لا سکتا۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے "وَعَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ(ع) أَنَّهُ وَرِثَ أَرْضاً وَأَشْيَاءَ فَتَصَدَّقَ بِهَا قَبْلَ أَنْ يَقْبِضَهَا" یعنی: امام حسین علیہ السلام کو کچھ زمین اور دوسری چیزیں ارث میں ملیں تو اُنھوں نے اُنہیں ہاتھ میں لینے سے پہلے ہی وقف کر دیا۔(28)

۴۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے وقف

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی کچھ وقف کئے ہیں۔ جیسا کہ شیخ کلینیؒ نے اصول کافی میں ایک روایت نقل کی ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بھی کچھ موقوفات تھے۔ شیخ کلینی یزید بن سلیط کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امام ہفتم حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے وصیت فرمائی اور دس افراد کو اس پر گواہ بنایا۔۔۔ یہاں تک کہ امام علیہ السلام نے وصیت کی کہ میرے والد گرامی (امام جعفر صادق علیہ السلام) کے موقوفہ کے ثلث کی تولیت اور خود میرے ثلث کی تولیت اس (یعنی امام ہفتم کے فرزند امام رضا علیہ السلام) کے پاس ہے۔ اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے موقوفات تھے جن کی اُنھوں نے وصیت فرمائی تھی۔(29)

۵۔حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے وقف

عبدالرحمٰن بن الحجاج بیان کرتے ہیں کہ

"حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے وقف کی اس طرح وصیت کی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام وصیت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی وہ زمین جو فلاں فلاں جگہ پر ہے اور جس کے حدود یہ ہیں انہوں نے وہ زمین مع ان کی کھجوروں کے پانی کے نالوں کے اس کی وسعتوں کے اور پانی

پینے کے حقوق اور دیگر ہر قسم کے حقوق کے اپنی صلبی اولاد خواہ ذکور ہوں یا اناث پر صدقہ (وقف) کردی ہے جو اس جائیداد کا متعلق ہوگا وہ اس کی آمدن میں سے واجبی اخراجات منہا کرنے کے بعد اور وہاں کے (غریب و مسکین) لوگوں کے لئے تیس عذق (مخصوص مقدار) نکالنے کے بعد اس کی آمدنی میں سے کو کچھ بچے وہ اس طرح میری اولاد میں تقسیم کیا جائے کہ مذکر کو دوہرا اور مؤنث کو اکہرا حصہ دیا جائے اور میری جس بیٹی کی شادی ہو جائے اسے اس وقف میں سے کچھ نہ دیا جائے جب تک شوہر کے بغیر پھر واپس نہ آجائے۔

اور اگر میری اولاد میں سے کسی کا انتقال ہو جائے اور اس کی اولاد موجود ہو تو اس کی اولاد اپنے والد کی قائم مقام ہوگی لڑکے کو دوہرا اور لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا جس طرح کہ موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنی صلبی اولاد کے بارے میں ایسا ہی کہا ہے اور اگر میری اولاد میں سے کوئی بغیر اولاد چھوڑے مر جائے تو اس کا حصہ دوسرے مستحقین کو لوٹا دیا جائے گا اور میری بیٹیوں کی اولاد کے لئے دس صدقہ میں کوئی حصہ نہیں ہے مگر یہ کہ ان بچوں کے باپ میری اولاد میں سے ہوں (یعنی ماموں زادوں اور پھوپھی زادوں کی آپس میں شادیاں ہوئی ہوں) جب تک میری اولاد یا اولاد کی اولاد اور اس کی نسل باقی رہے کسی اور کا کوئی حق نہیں ہے۔

اور اگر (خدانخواستہ) اس طرح ختم ہو جائیں کہ ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ رہے تو پھر میرا یہ صدقہ میرے باپ کے ان بیٹوں کی اولاد کا حق ہوگا جو ماں کی طرف سے میرے (سگے) بھائی ہیں جب تک ان سے، یا ان کی اولاد و نسل سے کوئی باقی رہے گا تو یہ ان وہ سب کا حق ہوگا اور جب وہ سب ختم ہو جائیں تو پھر یہ صدقہ میرے باپ کے ان بیٹوں کی اولاد کا حق ہوگا جو میرے باپ کی طرف سے (سوتیلے) بھائی ہیں اور جب وہ بھی سب ختم ہو جائیں تو پھر اس کا وارث وہ (خدا) ہوگا جس نے یہ جائیداد دی ہے (وھو خیر الوارثین)۔

یہ ہے صحیح وقف مؤید جو موسیٰ بن جعفر نے خدا کی خوشنودی اور آخرت کی طلب کی خاطر کیا ہے جس میں رجوع نہیں کیا جا سکتا کسی بھی ایسے مومن کے لئے جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس جائیداد کو فروخت کرنے، خریدنے، ھبہ کرنے اور بخشنے

یا جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل کرنے کا حق نہیں رکھتا یہاں تک کہ اس کا وارث خدا بنے اور موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس وقف کا متولی (اپنے بیٹے) علی اور ابراہیم کو قرار دیا ہے جب ان میں سے کوئی گزر جائے تو پھر قاسم کو دوسرے کے ساتھ شامل کر لیا جائے جب ان میں سے کوئی ایک چلا جائے تو پھر اسماعیل کو دوسرے کے ساتھ شامل کر لیا جائے اور جب ان میں سے بھی ایک کوچ کر جائے تو پھر عباس کو دوسرے کے ساتھ شامل کر لیا جائے اور اگر جب میری اولاد میں صرف ایک باقی رہ جائے تو پھر وہی متولی ہوگا۔"(30)

خلاصہ یہ کہ دین اسلام میں وقف کا حکم ایک امضائی حکم ہے جو اسلام سے پہلے بھی مختلف اقوام میں مختلف شکلوں میں موجود تھا۔ البتہ قرآن میں کلمہ وقف موجود نہیں، لیکن بعض آیات کہ جو عمل صالح، تالیف قلوب، تعاون،، بر واحسان کی طرف ناظر ہیں، وقف کا مصداق بن سکتی ہیں اسی طرح سیرت رسول اللہ ﷺ اور ائمہ معصومین اطہار علیہم السلام کے قول و فعل سے بھی وقف کی اہمیت اُجاگر ہوتی ہے جن کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہائے شیعہ نے وقف سے متعلق احکام استنباط کئے ہیں۔ لہٰذا وقف کی اہمیت اور فضیلت کتب حدیث و سیرت سے بخوبی واضح ہے اور پھر وقف کے عملی اثرات بھی پوری دنیائے اسلام میں موجود موقوفات سے مسلمان معاشروں پر مرتب ہوتے رہے ہیں جن سے اس سنت حسنہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

*****

1 ۔www.makarem.ir

2۔ری شہری محمد محمدی، میزان الحکمہ، ج ۱۰ ، ص ۶۱۱، دارالحدیث، قم

3۔ طریحی، فخر الدین بن محمد، مجمع البحرین، ص ۵، لغت وقف، تہران، مرتضوی، ۱۳۷۵شمسی

4۔امام خمینی، تحریرالوسیلہ ج ۳، ص۱۰، دارالکتب اسلامیہ، تہران

5۔الدر المختار علی ہامش ردالمختار کتاب الوقف ۳۔۳۵۸

6۔ الدرالمختار علی ہامش ردالمختار کتاب الوقف ۳۔۳۵۸ بحوالہ قاسمی، مجاہدالاسلام، جدید فقہی مباحث، ج ۱۲، ص۶۰، دارالاشاعت کراچی

7۔ابن ہشام، سیرہ نبویہ، ج۲، ص ۳۳۴

8۔ قاضی نعمان مغربی، دعائم الاسلام، ج۲، ص ۳۴۳، بیروت، دارالمعارف، ۱۳۸۳ھ

9۔ سورۂ کہف، آیت ۴۶

10۔ سورۂ آل عمران، آیت ۹۲

11۔ سورۂ مزمل، آیت ۲۰

12۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۷

13۔دیکھئے: محمد رضا مظفرّ، اصول الفقہ، ج۳، ص ۶۴، قم، دفتر تبلیغات، ۱۳۶۵شمسی

14۔ مجلسی، محمد باقر، بحارالانوار، ج ۲، ص ۲۲، ج ۷۷، ص ۱۲۴، دارالکتب الاسلامیہ، تہران

15۔ پاینده، ابوالقاسم، نہج الفصاحۃ، ص ۱۸۳ ح ۹۰۶، تہران، دنیای دانش، ۱۳۶۳شمسی

16۔ایضاً، ح ۱۳۳۲

17۔ قاضی نعمان مغربی، دعائم الاِسلام، ج ۲، ص ۳۴۰، دارالمعارف، ۱۳۸۳ھ

18۔ قاضی نعمان مغربی، دعائم الاسلام جلد ۲ صفحہ ۳۴۱، بیروت، دارالمعارف، ۱۳۸۳ھ

19۔الشیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ، ج ۴، 244، جامعۃالمدرسین، قم، ۱۴۱۳ھ

20۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۲۰

21۔عاملی، شیخ حر، وسائل الشیعہ، ج ۲۵، ص ۳۴۴، قم، مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام، ۱۴۰۹ھ

22۔سنن نسائی۔ جلد دوم۔ حدیث 1545

23۔ مفتی جعفر حسین، ترجمہ نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۲۴، امامیہ کتب خانہ، لاہور

24۔ عاملی، شیخ حر، وسائل الشیعہ ج ۱۳، کتاب الوقوف والصدقات، قم، مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام، ۱۴۰۹ھ

25۔ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغۃ، ۱۵ص ۱۴۶، دار الاحیاء التراث العربی، طبع ۱۹۶۷ء

26۔ قاضی نعمان مغربی، دعائم الاسلام، ج۲، ص ۳۴۳، حدیث ۱۲۸۵، بیروت، دار المعارف، ۱۳۸۳ھ، وسایل الشیعہ / ج۱۳/ ص۳۰۴/ حدیث ۴

27۔ الشیخ الصدوق، من لا یحضرہ الفقیہ - ج ۴ ص ۲۴۴، جامعۃ المدرسین، قم، ۱۴۱۳ھ

28۔ قاضی نعمان مغربی، دعائم الاسلام، ج ۲، ص ۳۳۹، حدیث ۱۲۸۹، ۱۲۷۱، بیروت، دار المعارف، ۱۳۸۳ھ

29۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: اصول کافی ج ۱، کتاب الحجت، باب ۷۰ امام رضاؑ کی امامت پر نص کی طرف اشارہ، حدیث ۱۵

30۔ عاملی، شیخ حر، وسائل الشیعہ، ج ۱۳، کتاب الوقوف والصدقات۔